OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

کوچ اور بلوچ: تاریخی تناظر میں ایک مطالعہ
A Study of Koch and Baloch in Historical Context

Dr. Zahid Hussain Dashti
Lecturer, Department of Balochi, University of Balochistan, Quetta
Dr. Shazia Jafar
Assistant Prof, Pakistan Study Center, University of Balochistan, Quetta
Durdana
Assistant Professor, (History) Govt. Girls Degree College, Satellite Town, Quetta

Abstract
The study was descriptive and secondary sources were consulted for the purpose. Baloch is an ancient nation who have been living in middle - East India, Balochistan and Iran since the attacks by Aryans, by different names and forms they lived in tribes, almost always attacked by foreigners and ruined because of no united power. These circumstances made alliance of Baloch tribes and they gained the advantage of driving all invaders back, no foreign ruler ever reigned in Balochistan. They fought bravely against, Cyrus of Persia, Alexander of Macedonia, Genghis Khan of Mongolia, they never allowed them to stay in Balochistan for long. The objectives behind this study are to search nation of Baloch in the historical books and find out the similarity of its ancient areas.

Keywords: Koch, Baloch, History

تمہید
بلوچ قوم اور بلوچستان کے حوالے سے ہمیں مختلف حوالے ملتے ہیں جہاں اس کی جغرافیائی اہمیت، ادبی، ثقافتی اور تاریخی اہمیت کی بات کی جاتی ہے تو دوسری جانب بلوچستان میں بسنے والے لوگوں کی خصوصیات مورخین اور دانشوروں کے موضوع رہے ہیں۔ نامور دانشور طاہر بزنجو اپنی کتاب "گریٹ گیم اور بلوچستان" میں بلوچستان کی اہمیت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

CC BY

"بلوچستان اپنے محل وقوع کے اعتبار سے جدید تاریخ میں ہمیشہ عالمی اور علاقائی طاقتوں کی گہری توجہ کا مرکز بنتا رہا ہے اسی لئے تو تاج برطانیہ نے اپنے اسٹریٹیجک مفادات کے تحت بلوچستان کو فتح کرنا ضروری سمجھا اور اپنے خلاف کسی متوقع بغاوت یا طاقتور قومی تحریک کے ابھرنے کے امکانات کو ختم کرنے کے لئے نہ صرف بلوچستان کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا بلکہ اس کے بعض حصے اور ٹکڑے ہمسایہ اقوام کو تحفے میں دے دیئے۔ چونکہ یہ علاقہ زار روس کے لئے بھی زبردست پر کشش تھا اس لئے سالہا سال کی باہمی کشمکش کے بعد اپنی ضروریات اور مفادات کے تحت برطانیہ اور زار روس نے افغانستان سے لے کر ایران تک کے چاروں اطراف میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اپنے Sphere of influence کا تعین کیا۔ مثلاً 1907ء کے اینگلو روس معاہدے کے تحت ایران کے جنوبی علاقے پر برطانیہ کے تسلط اور شمالی علاقے پر روس کی بالادستی کو قبول کیا گیا۔"[1] بلوچستان کے حوالے سے بلوچوں نے اپنی بود و باش اور سیاسی نظام میں خاطر خواہ مقام حاصل کرنے کے لئے ہر وقت اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ اس ضمن میں اگر بلوچستان پسماندہ رہا تو اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ یہاں کے فیصلے مختلف موقعوں پر ایسے افراد نے کئے جو کہ نہ صرف وہ بلوچستان کے حقیقی نمائندے تھے نہ ہی اور بلوچ قوم کے رہبر اس ضمن میں معروف صحافی مقبول رانا اپنی کتاب "بولان نامہ" میں تحریر کرتے ہیں۔

> "تاریخ کے فیصلے قوموں کی تاریخ میں انتہائی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اگر یہ فیصلے بروقت دور اندیشی اور حالات و واقعات کا صحیح ادراک کر کے کئے جائیں تو ان سے قوموں کا حال او مستقبل سنور اور نکھر جاتا ہے اور اگر فیصلے ذاتی پسند و ناپسند، ہٹ دھرمی، کوتاہ فکری اور حالات اور حقائق کا صحیح محاکمہ اور احاطہ کئے بغیر کئے جائیں تو ان کے نتائج ہمیشہ بھیانک نکلتے ہیں اور اس کی سزا قوموں کو قرن با قرن تک بھگتنی پڑتی ہے۔"[2]

بلوچ قوم کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے ہم کہیں کہ "بلوچ" جو عرف عام میں بلوچ، بلوش، بلوص، بیلوس کے طور پر تاریخ کے اوراق میں نمایاں ہے مختلف نظریوں کی وجہ سے آج بھی زوال سے دور رہا۔ بلوچ جو کبھی شام کی سبز وادیوں کے مکیں رہے تو کبھی عراق، ایران، ترکی، ترکمانستان اور افغانستان کے باسی رہے تو کبھی اپنے آباؤ اجداد کے وطن کو خیر باد کہہ کر شام و حلب میں اپنے مخصوص طرز حیات کے مطابق زندگی بسر کرتے رہے زمانے نے انہیں ہجرتوں پر مجبور کیا۔ بلوچ اپنے فطری ماحول انداز اور خصوصیات کی وجہ سے ہمیشہ اپنے عہد کے ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف نبرد آزما نظر آتے رہے۔ بلوچ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آزاد منش زندگی گزارتے ہیں جب بھی کسی فرد، قوم، قبیلہ کو مظلوم پایا تو اس وقت کے ظالم حکمرانوں کے خلاف کھلم کھلا مظلوموں کا ساتھ دیا۔ ایرانی باشندوں کے لوٹنے، قتل و غارت گری گاوں گاوں، شہر شہر لوٹ مار کے الزام اور ایرانی کسانوں کی زرعی اراضی لوٹنے کے جرم میں ایرانی کسانوں نے عادل نوشیروان کے دربار میں فریاد کی۔ نوشیروان بلوچوں کو سبق سکھانے کے لئے ایک لشکر لے کر ان کی سرکوبی کے لئے نکلا۔ اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ جہاں کہیں بھی بلوچ نظر آئے تہہ تیغ کر دیا جائے۔ نوشیروان کی فوج نے بادشاہ کا حکم پا کر بلوچوں کی اس طرح قتل کرنا شروع کر دیا کہ ان کو وہاں سے بھاگ کر موجودہ بلوچستان کے بلند و بالا پہاڑوں، چٹیل میدانوں اور صحراؤں میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور پھر کبھی انہوں نے ایران واپس جانے کا سوچا نہیں تاہم اب بھی بہت سے بلوچ ایران میں رہتے ہیں۔

بلوچوں کی تاریخ

بلوچوں کی تاریخ بیان کرنے کے لئے ہم مختلف مورخوں کی آراء کو سامنے رکھیں گے۔ گل خان نصیر اپنی کتاب "کوچ و بلوچ" میں بلوچوں کی نسل کے بارے میں ابو القاسم فردوسی کے شاہنامہ اور دوسرے تاریخ دانوں کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "

بلوچ کے ساتھ ایک اور نام کوچ لازم و ملزوم کے طور پر آتا رہا ہے۔ میر گل خان نصیر نے بھی انہی آراء کو بلوچ نسل کو بیان کرنے میں بطور ریفرنس پیش کیا ہے۔

"مسٹر لانگ ورتھ ڈیمز اور بعض دوسرے مورخین بلوچستان کے موجودہ براہوئی قبائل پر کوچ نسل ہونے کا گمان ظاہر کرتے ہیں۔ براہوئی قبائل بلوچستان میں منتشر صورت میں آباد ہیں۔ بلکہ ساتھ ساتھ اور ٹھوس حالات میں قلات کے گردونواح میں اونچے پہاڑوں پر اور اُن کی وادیوں میں آباد ہیں اور شمال مشرقی بلوچوں کو مکمل اور قطعی طور پر مکرانی بلوچوں سے جدا کرتے ہیں"۔[3]

بلوچستان کے ایک بڑی آبادی براہوئی زبان بولتے ہیں۔ مگر ان کا بلوچستان مسکن ہونے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بلوچوں سے جدا نہیں سمجھتے۔ اس ضمن میں نامور مورخ گل خان نصیر لکھتے ہیں:۔

"یہ براہوئی کون ہیں؟ آیا واقعی ان کو کوچ نسل کہہ سکتے ہیں؟ جس کا فردوسی اور دوسرے مورخین نے ذکر کیا ہے آیا بلوچوں کے ساتھ اُن کا کوئی نسلی رشتہ ملتا ہے۔ اور ہم ان کو اس اعتبار سے بلوچ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

"یہ چند ایسے سوالات ہیں جو آج بھی ہمارے سامنے ہیں تاریخ کے علم سے وابستہ بعض لوگوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق ان سوالات کے جواب دینے کی کوشش کی ہے لیکن اب تک کوئی ایسا جواب نہیں ملا جسے درست تسلیم کیا جاسکے۔"[4] ہم ان محققین و مورخین کی تاریخی بحث کی تفصیل میں جانے کے بجائے خود براہوئیوں کی روایات، کردار و گفتار سے ان سوالوں کے جواب تلاش کریں گے۔

1- براہوئی کہتے ہیں کہ ہم ابراہیم کی اولاد ہیں اور براہوئی اسی ابراہیم کا بگڑا ہوا نام ہے۔

2- یہ کہ ہم حلب سے ہجرت کرکے آئے ہیں۔ مسٹر لانگ ورتھ ڈیمز بھی براہوئیوں کے اس دعوے کو کسی حد تک تسلیم کرتے ہیں۔

3- براہوئی جب سے بلوچستان میں زندگی بسر کر رہے ہیں یا جب سے اُن کا سراغ ملا ہے خود کو بلوچ اور بلوچستان کو اپنا وطن کہتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ خوانین قلات جو سب سے بڑے براہوئی ہیں جن کی ایک زمانے میں ڈیرہ غازی خان سے لے کر کرمان تک اور دریائے ہلمند سے ساحل سمندر تک تمام بلوچستان پر حکومت رہی ہے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو بلوچ کہتے رہے بلکہ اپنی بلوچیت پر فخر بھی کرتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ احمد شاہ ابدالی نے جب نصیر خان اول سے اُن کی مملکت کی حدود دریافت کیں تو انہوں نے صرف اتنا ہی کہا کہ "جہاں تک بلوچ آباد ہیں وہاں تک میری مملکت کی حدود ہیں"

بلوچوں کی نسلی تاریخ کے بارے میں ڈاکٹر محمد اسماعیل البوشہری اپنی کتاب "بلوچ تاریخ اور عرب تہذیب" میں لکھتے ہیں۔

"یہ ایک ایسی قوم ہے جس نے ایران کی ساسانی سلطنت کے جابر حکمرانوں کی سرکشی کا علاج (یمن کی بنی ہوئی) مشرقی تلواروں سے کیا اور عراق، ایران اور مکران کے تمام علاقوں اور قوموں پر بزور شمشیر اپنا غلبہ قائم کیا"[5]

مصنف بلوچوں کو عرب نسل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"جیسا میں بلوچوں کے متعلق پڑھا ویسا ہی انہیں پایا۔ میں نے عربوں کی دلیری، شرافت اور اعلیٰ اخلاق کا اُن میں مشاہدہ کیا اور ان کے حسب و نسب کو نہایت اعلیٰ اور معاشرتی اقدار کی جڑوں کو بہت راسخ پایا۔ بلوچ قبائل نے اپنے آباؤ اجداد کی طرح عرب اسلامی کی روایات کے مطابق آزاد زندگی گزارنے کا اراد

ہ کیا۔ اور اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی وجہ سے اور عظمت دائمی بقاء ان کا مقدر بنی۔ ان کی قدیم تہذیب اور باقی ماندہ آثار اس امر کی شہادت دیتے ہیں اور اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ ان کی شاندار تاریخ کو سنہری حروف میں لکھا جائے"[6]

مصنف بلوچوں کے عرب نسل ہونے کا ایک اور ثبوت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :۔

"بلوچوں کی گذشتہ تاریخ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ وہ خصوصیات اور نسلی اعتبار سے ایک عرب قبیلہ ہیں۔ بلوچ ایک ایسے معاشرے میں زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں جو مہر و وفا، صدق و امانت، مساوات و بھائی چارے کے جذبات سے بھرپور ہو ان کے قبائل ان کے رسم و رواج اور روایات پر فخر کرتے ہیں جس کی وجہ سے مختلف تہواروں اور ایام میں ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور اس کے علاوہ مسجد میں نماز کی ادائیگی اور منبر پر تلاوت قران اور احادیث کی سماعت کے لئے جمع ہونا بھی ان کا قابل فخر روایت ہیں البتہ ان کی عربی زبان اس علاقے کی مناسبت سے جہاں وہ رہائش پذیر ہیں بدل گئی ہے اور اب بلوچی زبان کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ مگر وہ بلوچ قبائل جو خلیجی ریاستوں میں آباد ہیں بدستور عربی زبان کو اپنائے ہوئے ہیں اور عربی شکل وشباہت اور خدوخال کے ساتھ تمام تفرق گروہوں میں پائے جاتے ہے ان کا تعلق عربوں سے ہے "[7]بلوچوں کے بارے میں یہ امر یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ان کی آپس میں محبت اور اتفاق کی دوسرے اقوام مثالیں دیتے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں تاریخ میں ہمیں ملتی ہیں۔ مگر بعض مورخین اس حوالے سے الگ رائے رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ بعض کردار ایسے بھی رہے ہیں جن کا کردار ایک سوالیہ نشان ہے تاہم بلوچ شخصیات یا بلوچستان کے باسیوں کے حوالے سے پروفیسر عزیز محمد بگٹی اپنی کتاب '' بلوچستان شخصیات کے آئینے میں "لکھتے ہیں۔

"بلوچستان کی نسلی ابتدا پردہ اخفا میں ہے۔ ہمارے بعض ابھرتے ہوئے تاریخ نویس، بلوچوں کے ڈانڈے بابل اور اس کے قرب وجوار سے ملانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کے حسن قیاس اور جذباتیت کے سوا کچھ اور نہیں انہیں "پدرم سلطان بود" کی مصداق، عظیم اسلاف کی باقیات الصالحات ہونے کا غلط احساس تفاخر ہے۔ اسی لئے وہ ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہماری نسبت ایسی قوم سے ہے جس نے تاریخ انسانی پر عظمت وسطوت کے گہرے نشان چھوڑے ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر وہ یہ داستان طرازی کرتے ہیں کہ بلوچ، کلدانیوں کی اولاد ہیں وہ انہیں اس بمل دیوتا کے اخلاف بھی قرار دیتے ہیں جس کے متعلق روایت ہے کہ تمام آبائی بابل موت کے بعد اسی کی آغوش میں روپوش ہوئے۔ نمرود کی اولاد بھی بناتے ہیں ۔ حالانکہ اس کے تو کوئی اولاد نہ تھی اور ہوتی بھی کیسے! وہ ایک تخیلی اور فرضی شخصیت ہی تو ہے۔"[8]

بلوچوں کی نسلی تاریخ

ممتاز بلوچ شاعر اور ادیب میر گل خان نصیر بلوچوں کی نسلی تاریخ کو تین مختلف ادوار میں اور تین طائفوں میں تقسیم کرنے کی بات کرتے ہیں وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

> "بلوچوں کا طائفہ اول قدیم سے آج تک ایشیاء میں ایک خانہ بدوش قوم چلی آرہی ہے بعض تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ بلوچ کے معنی ہیں خانہ بدوش یا دیہ نشین کے ہیں یہ قوم قدیم زمانے میں عربستان میں وجلہ و فرات کی گودیوں اور حلب کے مرغزاروں میں ایرانی سرحد کے ساتھ ساتھ آباد تھی اور ایران میں تبریز سے کوہ البرز کے دامن میں مشہد تک پھیلی ہوئی تھی۔"[9]

گل خان نصیر مزید لکھتے ہیں۔ :

"قدیم زمانے کے بلوچ مضبوط البدن بہادر جفاکش تھے ہمیشہ آزاد رہنا پسند کرتے تھے ان کے اپنے ملک میں سکندر اعظم کے وقت سے لڑائیوں کا سلسلہ رہا۔ یہاں سے فن سپاہ گری ان کے خون میں شامل ہے ۔ انہیں اپنے ہی ملک میں سکندر اعظم کے وقت سے لڑائیوں کا ہنگامہ رہا ہے ۔ یہیں سے فن سپہ گری سیکھا تھا جان ہتھیلی پر رکھ کر آزادی کے لئے لڑتے تھے "[10]

میر گل خان نصیر شاہنامہ فردوسی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"عادل نوشیر وان کے 531ء عہد میں بلوچ کوہ البرز (جسے فردوسی نے برز کوہ لکھا ہے) کے گرد و نواح میں آباد تھے۔"[11]

اس بحث کو آگے لے جاتے ہوئے انتہائی قدیم تاریخ کو تحریر کرتے ہوئے بلوچوں کے طائفہ دوئم کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ طائفہ دجلہ و فرات اور حلب میں آباد تھا۔ بنو اُمیہ کے امیر یزید بن معاویہ کے عہد میں بلوچوں نے حضرت امام حسینؓ کی حمایت کی کر کربلا کی جنگ میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد بلوچ وہاں سے نکل کر حلب کے پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے اور گزر معاش کے لئے میدانی وزرعی علاقوں اور شہروں کو لوٹتے رہے۔ آخر کار بنو اُمیہ کے گورنر حجاج بن یوسف نے بلوچوں کو بھی عراق اور کوفیوں کی طرح تہہ تیغ کرنا شروع کیا۔ بلوچوں کو مجبوراً پہاڑوں کا رخ کرنا پڑا روایت ہے کہ سردار جلال خان کے سرکردگی میں بلوچوں کے چوالیس (44) قبیلے حلب سے ہجرت کرکے ایران آئے اور بمقام بفین سکونت پزیر ہوئے جب حجاج بن یوسف اور بلوچوں کی لڑائی میں بلوچوں کو شکست ہوئی تو یہاں آکر بلوچوں نے ایران میں بھی لوٹ مار کا بازار گرم رکھا لہذا اُس زمانے میں ایران کے حاکم بدر الدین کو بلوچوں سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ جس نے بلوچوں کو شکست دے کر ایران سے نکال دیا۔ وہاں سے نکل کر یہ قبائل مکران کے گرد و نواح میں آباد ہوئے "[12] بلوچوں کی نسلی اعتبار سے ذکر کرتے ہوئے تیسرے طائفہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔ "بلوچستان کے مکران کی سرحد سے بندر عباس تک چاغی کے سرحد سے لے کر سیستان تک اور افغانی اور ایرانی سرحدوں کے ساتھ ساتھ ہرات تک بلوچوں کا ایک اور طائفہ قدیم زمانے سے آباد چلا آرہا ہے ۔ جنہیں عرف عام میں ناروئی بلوچ کہتے ہیں بعض مورخین کا خیلا ہے کہ ناروئی ایک قدیم اصطلاح ہے جو میدانی علاقوں میں زندگی بسر کرنے والے خانہ بدوش قبائل کے لیءبولا جاتا تھا۔ غالباً یہ درست ہے کیونکہ ملک کا یہ حصہ جہاں ناروئی بلوچ آباد ہیں تقریباً میدانی ہے۔ اس وجہ سے ہم یہ اخذ کرسکتے ہیں کہ اُن ایام میں بلوچوں کا ایک کوہستانی قبیلہ بھی ضرور ہو گا یعنی بروز کوہی یا براہوئی بلوچ جن میں امتیاز قائم رکھنے کی خاطر ان میدانی بلوچوں کو ناروئی بلوچ کہا ہو گا اور کوہستانی بلوچوں کو بروز کوہی جو بعد میں دراوڑوں کے تلفظ سے بگڑ کر بروہی یا براہوئی رہ گیا ہو "[13] بلوچ قوم کی تاریخ "جس کے مصنف محمد سردار خان بلوچ ہے بلوچوں کی نسل کے بارے میں اپنی تحقیق کے مطابق کہتے ہیں (لیکن خود بھی کسی خیال سے متفق نظر نہیں آتے کہ در اصل بلوچ کس نسل سے تعلق رکھتے ہیں البتہ انہوں نے مختلف ایسے صاحب آراء، ادیبوں کی رائے کو شامل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ: ۔ "کسی مشہور و معروف عالم نے یہ معمہ حل کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی کہ بلوچ کون ہیں؟ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو اب تک حل طلب ہے۔ کیونکہ زمانے کے ساتھ یہ اصطلاح اس نسلی معنویت آراء ہی ہو گئی جو ابتداء سے اس سے منسوب ہو گی ان کی قومی شناخت کی یاد اور ان کا شعور اُن کے اپنے روایتی نسب ناموں کی ابتدائی صورت میں موجود ضرور ہے لیکن وہ شاذ و نادر ہی کسی دور میں محقق کو متاثر کرتا ہے۔ "[14]

بلوچی زبان

بلوچ ایران کے صوبہ کرمان سے لے کر پاکستان کے صوبہ پنجاب کے درمیان بولی جانے والی بلوچی زبان کی مختلف بولیاں ہیں جوں جوں ہم ہندوستانی سرحد کی طرف چلتے ہیں تو ہم بلوچی زبان پر ہندوستانی الفاظ کا دباؤ زیادہ دیکھتے ہیں اوراسی طرح ہم ایرانی سرحد کے طرف چلتے ہیں تو فارسی الفاظ کا نفوذ زیادہ دیکھتے ہیں۔ بلوچی زبان کے گرد لپٹے ہوئے فارسی، ہندوستانی اور پشتو زبانوں کے دخیل الفاظ کو اگر علیحدہ کر دیا جائے تو ایک ایسی زبان کا تناصاف نظر آجاتا ہے جو مادہ اور صورت دونوں اعتبار سے قدیم سامی زمرہ السنہ کا ایک اثر ہے بلوچوں کے اس دعوے کو نظر انداز ہر گز نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ شام سے ہجرت پذیر ہوئے۔ بلوچ وقاءنگار اصطلاح 'بلوچ" کو بلوص لکھتے ہیں جو بہت تاریخی اہمیت کے حامل ہے لفظ بلوچ یا بلوص صریحاً بل اچ یا بیل اور اوصل کا ملاپ ہے اگر گہری کھوج لگائی جائے تو نسل کا نام ہی ہمارے ذہن کو ایک ایسی نسل یا تہذیب کا پتہ دیتا ہے جو کسی وقت دنیائے معلوم پر حاوی تھی۔

اے ڈبلیو ہیوز اپنی کتاب "سرزمین بلوچستان" میں بلوچوں کی نسل کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"بلوچستان میں زیادہ تر بلوچ قبیلے آباد ہیں جو اکثریت میں ہیں اور یہ نام انہیں ایرانی کشور کشا بادشاہ نادر شاہ نے دیا جس نے بقول سینٹ جان افغان حملہ آوروں کو ایران سے نکال کر غرب سندھ کے سارے علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس نو ساختہ صوبے پر ایک مقامی رئیس مقرر کر دیا جس کی شمالی حدوادی ہلمند او ر جنوبی حد سمندر تھی اور جو مغرب میں کرمان سے لے کر مشرقی سندھ تک محیط تھی اس نو ساختہ صوبے کو اس نے بلوچستان کا نام دیا کیونکہ یہاں بلوچ بہت تھے اور طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے یہ ماننا پڑے گا کہ تمام یورپیوں سے زیادہ "میسن" کو اس موضوع پر صحیح معلومات حاصل کرنے کے مواقع ملے اور اس کے مطابق بلوچ تین طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔"[15]

لفظ "بلوچ" کا ماخذ

لفظ "بلوچ" کا ماخذ قعر ابہام میں ہے اور اس کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں پروفیسر رابسن کے خیال میں یہ لفظ بیلوس سے ماخوذ ہے جو انجیل شریف کا نمرود شاہ بابل تھا اور نمرود کا والد کش جس کے نام پر قلات کے مشرقی علاقہ کا نام "کچھ" رکھا گیا۔ پوٹنگر نے انہیں ترکمان الاصل قرار دیا کیونکہ وہ اپنے ارادوں، اطوار اور مذہب وغیرہ میں ان کے مشابہ تھے لیکن زبان مختلف تھی قبیلہ خود اپنے آپ کو ایران کے اولین مسلمان حملہ آوروں سے منسوب کرتا ہے اور وہ اپنے آپ کو عربی النسل کہلانے کے لئے بے حد مشتاق متمنی ہیں وہ افغانوں کے ہم اصل ہونے کے مفروضہ کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیتے ہیں ممکن ہے کہ وہ ایران الاصل ہوں جیسا کہ بلوچی اور فارسی کی مماثلت سے ظاہر ہوتا ہے لیکن لفظ بلوچ کا صحیح اشتیقاق ہنوز ایک متنازعہ مسئلہ ہے۔

اے ڈبلیو ہیوز اپنی کتاب میں ایک اور محقق بروس کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

"ان کی اپنی روایات کے مطابق بلوچوں کا عقیدہ ہے کہ وہ حلب کے رہنے والے ہیں اور میر حمزہ ابن عبدالمطلب کی اولاد ہیں جو حضرت امام حسینؓ 16ھ کے دور میں 646ء کے قریب زندہ تھا انہوں نے باہمی رزم و پیکار کی وجہ سے عرب چھوڑا اور ایران کے پہاڑی حصہ کرمان میں آگئے اس کے بعد مکران آئے جہاں یہ 500 سال تک رہے معلوم ہوتا ہے کہ مکران کے طویل قیام کے دوران وہ ایک ہی امیر کے تحت ہوتے تھے اور قلات و خراسان میں آنے سے پہلے ان کا امیر جلال خان تھا۔ جس کے چار بیٹے او ر ایک بیٹی تھی یعنی رند، ہوت، لاشاری، کورائی اور مسمات جتوئی۔ رند سے میر چاکر خان بر آمد ہوا اور لاشاری سے میر رامن خان اور قلات کچھی میں ان کی آمد 1540ء کے قریب وہ جلال خان کے انہی دو

بیٹوں کے نام پر رند اور لاشاری حصوں میں تقسیم تھے اوران کے سردار علی الترتیب میر چاکر خان اور میر امن تھے ہوت اور کورائی بھی الگ الگ قبائل بنے اور مسمات جتوئی سے جتوئی قبیلہ چلا قلات اور کچھی میں آباد ہونے کے دوران جھگڑے پیدا ہوگئے اور لاشاری شکست کھاکر سندھ کی طرف بھاگ نکلا۔ رندو لاشاریوں سے بازی نہ لے سکے لیکن بعد میں ایرانی بادشاہ کی مدد سے ان پر غالب آگئے اس کے بعد میر چاکر اور اس کے رندوں کو مغل شاہ ہند ہمایوں نے پنجاب کے باری دو آب میں جاگیریں دیں جس کی انہوں نے جلاوطنی کے دوران مدد کی تھی جب کہ وہ اپنے تخت گم کردہ کو دوبارہ حاصل کرنے کی فکر میں تھا اس وقت سے قبیلہ تقسیم ہو کر قلات، سندھ اور ڈیرہ جات میں بکھر گیا۔"[16]

براہوئی تاتار کوہستانی ہیں جو کسی قدیم دور میں جنوبی ایشیاء میں آباد ہوئے اور خیلوں یا معاشروں کی صورت میں خانہ بدوشانہ زندگی گزارتے رہے اور صدیوں تک اپنے سرداروں اور خوانین کے تحت رہے حتیٰ کہ بالآخر جمع ہوگئے اور قلات اور بلوچستان میں موجودہ بنیادوں پر استوار ہوئے۔ براہوئی نسلی لحاظ سے بلوچستان میں کثیر التعداد میں پوٹینگر کا حوالہ دیتے ہوئے ہیوز لکھتا ہے کہ "لفظ براہوئی (با + روہ + ای) کا بگاڑ ہے بامعنی کوہ دشت کا اور مغرب سے بلوچستان میں داخل ہوئے۔ پوٹنگر نے تین قبائل میں سے ایک ناہروائی بتایا ہے جو صحرائے خاران کے مغرب میں رہتا تھا ناہروئی کے معنی غیر کوہستانی یعنی میدانی، گویا براہوئیوں سے ان کا وہی تعلق تھا جو اہل میدانا کا اہل کوہ سے تھا یہ ناہروائی بلوچستان بھر میں سب سے وحشی اور غارت گر لوگ ہیں جو ناک نقشہ اور قد و قامت میں طویل، خوش وضع اور چاق و چوبند ہیں۔ براہوئیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ یہاں کے اصل باشندے ہیں عجیب بات ہے کہ ان کی زبان برائیویکی۔ بلوچی زبان سے بالکل مختلف ہے او ردراوڑی ہے جبکہ ب لوچی انڈو جرمن ہے اور اسی لسانی فرق کی بناء پر بعض مصنفین براہوئی کو بلوچ سے قدیم تر باشندہ قرار دیتے ہیں۔[17] "بلوچوں کا تعلق کسی شاہی خاندان سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی فاتحین کی کسی قوم سے وہ نسبت رکھتے ہیں بلکہ وہ صحراؤں، پہاڑوں اور پہاڑی وادیوں میں رہنے والی ایک قدیم قوم ہے جو آریا حملہ آوروں سے بھی قبل ہندوستان اور ایران کی درمیانی سرزمین پر آباد رہتے چلے آرہے ہیں۔ اور مختلف ناموں سے منسوب وسیع علاقوں میں قبائلی تحفظات اور اتحادیئے کی صورت میں زندگی گزارتے چلے آرہے ہیں۔ یہ قبائلی تحفظات پر قائم اتحادیے بسا اوقات بیرونی حملہ آوروں کے ہاتھوں تباہ ہوتے رہے اور ٹوٹتے رہے مگر جوں جوں حالات معلوم پر آتے رہے یہ اتحادیے دوبارہ قائم ہوجاتے بیرونی حملہ آور نے بلوچستان کے قدیم تہذیب کو متاثر کیا لیکن کسی بھی فاتح کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ یہاں ٹک کر اور آرام کے ساتھ حکومت کرتا۔ تاریخ کے اوراق اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ بلوچ قبائل نے ہر حملہ آور قوت سائرس اعظم ایرانی، سکندر اعظم یونانی، ساسانی، عرب، ہندی، منگول، غزنوی، آل بویہ اور برطانوی حتیٰ کہ ہر بیرونی حملہ سے اپنے خطے کی حفاظت کرتا چلا آرہا ہے۔"[18]

جدید دور میں دنیا کے تمام اقوام گلوبل ولیج کی صورت ایک دوسرے کی زبان، ثقافت، سیاست اور دیگر زندگی کے شعبوں سے آگاہی حاصل کررہے ہیں اور ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ بلوچوں کو بھی دنیا میں اپنا حصہ ڈالنے کے لئے ایک واضح کردار ادا کرنا ہوگا۔ جس کے لئے میڈیا کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ وہ قوموں کے درمیان اپنی جداگانہ حیثیت کو منوا سکیں۔ اس سلسلے میں اس ضرورت کو مد نظر رکھ کر شکیل احمد بلوچ اپنی کتاب "بلوچستان اور عالمی سیاست" میں تحریر کرتے ہیں۔ "بلوچستان اور بلوچی زبان سے متلعق اس وقت سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ دور جدید میں بھی آج بلوچی زبان کو ایک پرائیویٹ ٹیلی ویژن چینل تک میسر نہیں حالانکہ اس وقت ارد گرد اس خطے کی تمام زبانوں کے اپنے اپنے پرائیویٹ ٹی وی چینلز ہیں۔ اس سلسلے میں بلوچستان اور بلوچی زبان سے تعلق رکھنے والے اخبارات کے ایڈیٹروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلوچی زبان میں ایک پرائیویٹ

چینل کے قیام کے سلسلے میں بلا تاخیر اپنی بھرپور کوشش کا آغاز کریں۔ یہ وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کیونکہ آج کے جدید دور میں زبان کی ترویج وترقی میں یہ ایک اہم ضرورت بن چکی ہے''[19]

خلاصۂ بحث

بلوچ قوم کی وطن کے بارے میں مختلف مورخین نے اپنے اپنے معلومات کے مطابق تحریر کئے ہیں۔ جہاں اس قوم کی وطن کی بات ہے تو اصل میں کسی بھی قوم کے حال کو دیکھا جاتا ہے کیونکہ ماضی سے زیادہ اس کا حال بہت اہمیت رکھتا ہے اور حال کی حقیقت یہ ہے کہ بلوچوں کا وطن بلوچستان (پاکستانی) ایرانی، افغانستان، ترکمانستان اور ماضی میں مختلف سرزمین رہے ہیں وہ جہاں بھی رہے اپنی قومی خصوصیات، روایات اور ثقافت کو زندہ رکھا۔ بلوچ تاریخ کے مختلف حصوں میں مختلف خطے اور جغرافیہ میں زندگی گزار چکی ہے۔ بلوچ جہاں بھی رہی ہے اس دور کے مورخین نے اس قوم کو جنگجو اور بہادر قرار دیا تو کسی نے مہمان نواز اور اپنے ثقافت اور سرزمین سے محبت کرنے والا قرار دیا جبکہ اس قسم کی رائے بھی پائی جاتی ہے کہ اس قوم کا وطن اصل میں کو ن سا سرزمین ہے۔

حوالاجات

[1] بزنجو، طاہر، ''بلوچستان، تاریخ وسیاست اور حساس محل وقوع'' گوشہ ادب کوئٹہ، ۲۰۱۵، ص، ۲۳۔
[2] رانا، مقبول، 2016ء ''بولان نامہ'' گوشہ ادب کوئٹہ، ۲۰۱۶، ص، ۲۴۔
[3] نصیر، میر گل خان، ''کوچ وبلوچ'' قلات پبلشر، کوئٹہ، ۱۹۹۵، ص، ۱۳۔۱۴۔
[4] ایضا، ص، ۱۳۔۱۴۔
[5] البوشہری محمد اسماعیل دشتی ''بلوچ تاریخ عرب تہذیب'' برکت اینڈ سنز کراچی، ۲۰۰۸، ص، ۱۴۔
[6] ایضا، ص، ۱۴۔
[7] ایضا، ص، ۱۴۔
[8] بگٹی، عزیز محمد، ''بلوچستان شخصیات کے آئینے میں'' فرنٹیئر پوسٹ پبلی کیشنز، ۱۹۹۴، ص، ۷۔
[9] نصیر، میر گل خان، ''کوچ وبلوچ'' قلات پبلشر، کوئٹہ، ۱۹۹۵، ص، ۱۔
[10] ایضا، ص، ۴۔
[11] ایضا، ص، ۴۔
[12] ایضا، ص، ۵۔
[13] ایضا، ص، ۶۔
[14] بلوچ۔ محمد سردار خان ''بلوچ قوم کی تاریخ، اردو ترجمہ پروفیسر انور رومان بے نظیر انٹرپرائزز، ۱۹۸۹، ص، ۲۲۔
[15] ہیوز، اے ڈبلیوء ''سرزمین بلوچستان'' سیلز اینڈ سروسز ۱۹۸۵، ص، ۴۶۔
[16] ایضا، ص، ۴۸۔
[17] ایضا، ص، ۵۳۔
[18] بلوچ، فاروق، ''بلوچ اور اُن کا وطن'' فکشن ہاؤس لاہور ۲۰۱۲، ۶۔
[19] بلوچ، شکیل احمد ''بلوچستان اور عالمی سیاست''، گوشہ ادب کوئٹہ، ۲۰۱۱، ص، ۱۵